تحفظ نسواں بل یا......؟؟؟

ہم نے تا بمقدور دی پنجاب پروٹیکشن آف ومن اگینسٹ وائلینس ایکٹ (تحفظ نسواں بل) 2015ء کا مفصل مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس قانون کی بنیاد بداعتمادی بین زوجین پر رکھی گئی ہے جبکہ خانگی زندگی کا حسن الفت و محبت اور اعتماد و احترام سے قائم ہے۔ دوسرا نتیجہ جو ہم نے اخذ کیا ہے وہ یہ ہے، اس قانون کے ذریعے بیوی جسے متاثرہ فریق کہا گیا ہے اور خاوند کو ظالم و جابر کے طور پر مدعا علیہ بنایا گیا ہے، عائلی زندگی کی مسرتوں کو برباد کردینے کی کوشش کی گئی ہے۔ خاوند اور بیوی مستقل طور پر دو ایسے افراد بنائے گئے ہیں، جن کا باہمی تعلق ڈھال اور تلوار کا ہے۔ اس قانون کے واضعین جو خود بھی اپنا اپنا گھر بسائے ہوئے ہیں اور ان کے گھر میں بھی کم از کم ایک بیوی تو ضرور ہے، اچھی طرح جانتے ہیں کہ گھر پولیس اور عدالت کی مداخلت سے نہیں چلتے ہیں۔

تیسرا نتیجہ یہ ہے کہ خاوند کو جس طرح مجرم بنا کر پیش کیا گیا ہے اور ہر طریقے سے اس پر تمام دروازے بند کئے گئے ہیں، اس کا آخری آپشن مرد کے پاس یہی رہ جاتا ہے کہ وہ ایسی بیوی کو طلاق دے کر اپنی گلوخلاصی کرائے جو اسے کڑا الگوانی اور گھر سے نکلواتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بل شرمین عبید چنائے کی فلم سے متاثر ہو کر تیار کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے یہی کام مشرف کے دور میں ہو چکا ہوا ہے۔ اس وقت گجرات کے مفتیانِ کرام اور چوہدری صاحبان، شجاعت حسین اور پرویز الٰہی کو اس میں کوئی بات کتاب و سنت کے خلاف نظر آتی تھی اور اب رانا ثناء اللہ کو نہیں دکھاتی دیتی۔ رانا ثناء اللہ وکیل ہیں اور ان کا میدان دیوانی اور فوجداری مقدمات ہیں۔ رانا صاحب اسلامی Jurisprudence اتنی آگاہی بھی نہیں رکھتے جتنی اڑد پر سفیدی۔ اس لئے اگر وہ اس کی وکالت چھوڑ دیں تو ان کا عاقبت میں بھلا ہوگا۔

انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں اور مناکحت سے پہلے بہت کم لوگ زوجین کے اختلافِ مزاج اور معاشرتی پس منظر کو سامنے رکھتے ہیں۔ کچھ شادیاں پسند کے نام پر ہوتی ہیں جو نوجوان لڑکیاں، اور لڑکے ناجائز تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی محبت، جو دراصل حیوانی اور شہوانی قویٰ کا اثر ہوتی ہے اور جب یہ رومانوی کیفیت ختم ہوتی ہے اور عائلی زندگی کی حقیقتیں سامنے آتی ہیں تو مار کٹائی شروع ہو جاتی ہے اور شادی کی پہلی سالگرہ سے پہلے طلاق ہو جاتی ہے۔

مجھے جیو پر رانا ثناء اللہ اور امیر العظیم کا مباحثہ سننے کا موقع ملا ہے۔ ایک بی بی کوئی این جی او چلانے

والی بھی شریک گفتگو تھیں۔ اینکر پرسن اور اس بی بی کا خیال تھا کہ جب ووٹرز نے ارکانِ اسمبلی کو قانون سازی کا مینڈیٹ دے دیا ہے تو اب علمائے کرام کو جو صرف مٹھی بھر ہیں، ممبران کو دیئے گئے مینڈیٹ پر اعتراض کرنے کا حق نہیں رہا۔ اینکر پرسن اور این۔ جی۔ او چلانے والی بی بی کا یہ خیال سوائے جہالت کے اور کیا ہے۔ وہ باتیں تو بڑی کرتی ہیں مگر آئین پاکستان کے متعلق اتنا علم بھی نہیں رکھتیں کہ پاکستان کی کوئی اسمبلی بھی کتاب وسنت کے الٹ کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔ امیر العظیم کہنے کو مولویوں کی نمائندگی کر رہے تھے مگر وہ بھی ان بی بیوں کو یہ مسکت جواب نہ دے سکے۔

اگر بعض مرد بیویوں پر تشدد کرتے ہیں تو سوچنا چاہیے کہ وہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جس بیوی کو وہ بڑے شوق سے بیاہ کر لاتا ہے۔ شادی پر دلہن کو زیور، کپڑا پیش کرتا ہے تو یہ بات خارج از امکان ہے کہ بی بی خود سری بھی کر سکتی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ جو مرد و زن کا خالق ہے وہی میاں بیوی کے اختلاف طبع سب سے بہتر جانتا ہے اور اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان کے درمیان پیدا ہونے والی ناچاقی کا حل بھی تجویز کرے۔ مولوی تو صرف اتنا کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کے بتائے ہوئے طریقہ سے ہٹ کر کوئی قانون نہیں بنانے دیتے۔ این۔ جی۔ اوز کے کیا کہنے! یہ دوسروں کا مال کھاتی ہیں اور ان کے دیئے ہوئے مشن کو پورا کرتی ہیں۔ میاں نواز شریف ایٹمی دھماکے کرنے جا رہے تھے تو ایک این۔ جی۔ او نے اسلام آباد میں دھماکے کے خلاف مظاہرہ کر دیا تھا۔ سو ایسی مخلوق کو، جو دشمنوں کے ٹکڑوں پر پلتی ہیں۔ ملت اسلامیہ پاکستان کی قانون سازی میں دخل دینے کا اختیار نہیں دے سکتی۔

ہمیں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قانون کو سرے سے قانون کہنا ہی غلط ہے۔ یہ ایک گورکھ دھندا ہے جس میں لکھنے کو تو بہت کچھ لکھ دیا گیا ہے مگر اس پر عمل درآمد کا جو طریقہ کار تجویز کیا گیا ہے، اس کے تحت کوئی بھی متاثرہ بیوی، کسی قسم کا کوئی ریلیف حاصل کر ہی نہیں سکتی۔ اگر تشدد کا شکار ہونے والی کوئی بیوی واقعی اس راہ پر چل ہی پڑے گی اور خاوند کو کڑا الگوا دے گی اور اسے گھر سے نکلوا ہی دے گی تو وہ خاوند گھر بعد میں آئے گا پہلے اسے طلاق دے گا۔

غیرت کے نام پر عورت کا قتل اگر جرم ہے تو این۔ جی۔ اوز اس وقت کہاں سو جاتی ہیں جب عورتیں اپنے آشنا سے مل کر خاوند کو قتل کرتی ہیں۔ ان کی لاشیں گھروں میں گڑھے کھود کر دبا دیتی ہیں۔ کیا عورت کو اپنے آشناؤں کے ساتھ بھاگ جانے کا حق قانون دیتا ہے۔ اگر خاوند اس پر تیزاب ڈالتا ہے تو وہ بھی پیچھے نہیں رہتی وہ بھی خاوند کو زہر پلا کر مار دیتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کا مرد غیرت کے نام پر اپنی ماں، بہن، بیٹی کو اس لئے قتل

نہیں کرتا ہے کہ اس نے ان کو اپنی غیرت سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ اسے حق الیقین حاصل ہوتا ہے کہ ٹھیک اسی لمحے جب وہ لبرل ازم کے دیئے گئے لائسنس کے تحت کسی دوسرے کی بہن، بیٹی سے شاد کام ہو رہا ہے کوئی دوسرا مرد، اس کی اپنی بہن، بیٹی سے وہی کچھ کر رہا ہے۔ اس لئے غیرت کے نام پر قتل کو روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ لبرل ازم کا تدارک کیا جائے یا پاکستانی باپوں اور بھائیوں اور خاوندوں کے دل سے غیرت کو کھرچ کر نکال دیا جائے۔ یعنی پہلے غیرت کو قتل کیا جائے جس طرح مغرب میں ہوا ہے اور میرے خیال میں پاکستانی مرد ابھی اس پر تیار نہیں ہے۔ غیرت ایک جِس ہے۔ ایک احساس ہے۔ جذبے ہمیشہ Abstract ہوا کرتے ہیں۔ غیرت کو علامتی طور پر اسلام آباد کی مقننہ کے سامنے پھانسی دے لیں پھر بھی یہ قتل نہ رکے گا کیونکہ مرد پہلے بے غیرت ہوگا تو پھر عورت بے حیا ہوگی۔

ازدواجی مسرت کا انحصار زوجین کے درمیان محبت اور احترام پر ہے۔ قرآن مجید میں ہے ''اگر عورت کی طرف سے سرکشی کا خطرہ ہو تو اسے سمجھاؤ، مارو اور اس سے اپنا بستر الگ کرلو۔'' جب اللہ تعالیٰ نے اصلاح کی ذمہ داری مرد پر ڈال دی ہے تو ہم یہ کام ان عورتوں اور مردوں کے سپرد کر دینے پر کیسے راضی ہو جائیں، جو مسلمان تو ہیں الحمدللہ مگر اسلام سے ناآشنا ہیں۔ پہلے گجرات والے اور اب فیصل آباد والے کتاب و سنت کی بات کرتے ہیں تو ہم رو کر رہ جاتے ہیں کہ کیسے کیسے لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اتھارٹی بننے کی کوشش کر رہے ہیں جن میں مارنے سے مراد ایسا تشدد نہیں کہ جس سے خون بہہ جائے، ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں یا چہرہ سوج جائے، یہ مارنا ایسا نہیں جس سے دفعہ 326 وغیرہ کے تحت کارروائی ہوسکتی ہو۔ مارنے سے پہلے سمجھانا ہے، اگر اس سے کام نہ چلے تو سرکشی سے روکنے کیلئے مارنے کی اجازت ہے۔ اس مارنے کی نوعیت وہی ہے جو ایک ناصح کی ہوتی ہے، نہ کہ جلاّد کی۔ یہ لبرل عناصر اور پروردگانِ مغرب اور آسکر ایوارڈ جیتنے والیاں یہ چاہتے ہیں کہ ہم آسمانی فیصلے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جائیں اور اپنی متاہل زندگی ان کے سپرد کریں۔ مبلغ علم ان کا یہ ہے کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ پاکستان میں آئینی طور پر قانون سازی وہی ہوسکتی ہے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ مثلاً نصرت فتح علی خان الحمدللہ مسلمان ہیں۔ عتیقہ اوڈھو اور وینا ملک و میرا جی سب مسلمان ہیں۔ ہم کسی کی مسلمانی پر انگلی نہیں اٹھاتے چنائے بی بی بھی مسلمان ہی ہیں مگر ان ہستیوں کے کہنے پر قانون سازی نہیں کر سکتے۔

گھریلو ناچاقی کی صورت میں قرآن نے اگلی تدبیر یہ بتائی ہے کہ خاوند اور بیوی کے بزرگوں میں سے ایک ایک ثالث مقرر کیا جائے جو اگر نیک نیتی سے اصلاح کی کوشش کریں گے تو توفیق الٰہیہ سے ناچاقی

مبدل بہ اتفاق ہو جائے گی۔ مساوات فی الازواج کا عقیدہ بڑا گمراہ کن ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے ﴿علیھن درجة﴾ پھر یہ فرمایا ﴿الرجال قوامون علی النساء﴾ ''مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔'' اگر نام نہاد ترقی کیلئے نصف آسمان عورتوں کو اٹھانا ہے تو یہ کام ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے۔ مگر ترقی ہے کہ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ فوج، پولیس، عدلیہ، ڈاکٹری اور تجارت کے میدان میں تو عورتوں کو بہت بڑا حصہ دے دیا گیا ہے۔ صوبائی اور مرکزی اسمبلی میں بھی یہ بیٹھی ہیں۔ پر ذرا غور کیجئے کہ جنگ کی صورت میں اگر خواتین، دشمن کے ہاتھوں جنگی قیدی بن جائیں تو پھر کیا بنے گا۔ اگر مساوات ہے تو پھر انہیں پیدل فوج میں شامل ہو کر اگلے مورچوں پر لڑنا ہوگا۔ بازاروں میں اڑھائی من کی بوری بھی صنف نازک کو اٹھانا پڑے گی۔ مرد یہ کام کرتا ہے۔ ٹال پر لکڑیاں بھی پھاڑتا ہے۔ پھر حاملہ عورت کو برابر طور پر یہ کام کرنا پڑیں گے۔ ہم مساوات کے حامیوں سے ان سوالات کا جواب طلب کرتے ہیں۔ سو یہ مساوات قائم نہیں ہو سکتی اور اس پر عورت کی تخلیقی ہیئت ہی کافی گواہ ہے پھر بھی ہماری عورتیں وزیر اعظم، سپیکر اسمبلی، وزیر بن رہی ہیں۔ اپنے بوتیک چلا رہی ہیں۔ کاریں ڈرائیو کر رہی ہیں۔ رکشہ بھی چلا رہی ہیں۔ آپ نہ مانیں تو آپ کی مرضی ہے پر سچی بات ہے کہ مغرب کے مرد نے عورت پر بڑا ستم کیا ہے۔ اس کا نان ونفقہ بھی نہیں دیتا وہ اپنی کفالت خود کرتی ہے۔ بچے بھی جنتی ہے۔ نوکری بھی کرتی ہے۔ مرد اسے آزادی دے کر دراصل خود تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے کہ ایران کے رضا شاہ کبیر اور ترکی کے اتاترک یہ سمجھ بیٹھے کہ مغرب کی ترقی، ان کی خواتین کی عریانی کی وجہ سے ہے، لہٰذا ان دونوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لے کر برقعہ جلایا اور عورت کو یورپ کی عریانی کی راہ پر چلایا۔ وہ اتنا نہ سمجھ سکے کہ یورپ کی ترقی سائنس اور ٹیکنالوجی کے علاوہ زبردست ڈسپلن اور جانکاہ محنت کی مرہون منت ہے۔

اسلام، عورت کی کفالت مرد کے ذمے لگاتا ہے۔ اگر وہ کوئی کام کرتی ہو تو پھر بھی کفالت مرد پر ہے۔ عورت کو بیٹی، بیوی اور ماں کی تینوں حیثیات میں جائیداد میں حق وراثت دیتا ہے مگر پھر اس عورت کو ہی اسلام کے خلاف شکایت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مسلمان ماں کی عفت مآبی، اولاد کیلئے عزت افزائی اور سامانِ فخر ہے کیونکہ یہ ماں اولاد کو طہارتِ نسب کی ضمانت دیتی ہے جبکہ مغربی ماں یہ ضمانت نہیں دیتی اور وہاں کا فرسٹ بارن (First born Bastard) ہوتے ہیں۔

اس بل میں عورت کے تحفظ کیلئے صرف یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ وہ اس مرد کے خلاف نالش لے کر

سرکاری دفاتر میں دھکے کھاتی پھرے جس مرد کے ساتھ، اس نے بیوی کے طور پر زندگی گزارنا ہے۔ عدالتیں مرد کو قید اور دو لاکھ روپے جرمانہ کی سزا دیں گی، اسے کڑا لگائیں گی، اسے گھر سے بے دخل کر دیں گی تو پھر وہ گھر کیسے قائم رہے گا۔ میاں بیوی کے درمیان محبت واحترام کے جذبات تو عدالتوں میں ذبح ہو جائیں گے اور خاندان بکھر جائے گا۔ بچے کدھر جائیں گے۔ ان کا مستقبل کیا ہوگا۔ یوں لگتا ہے کہ عورت اسے نکو اور بھاڑے کا ٹٹو بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔ وہ تصویر جو اس بل میں پیش کی گئی ہے، کس مرد کو قبول ہوگی جو خاوند چھ ماہ قید کاٹ کر آئے گا وہ کس منہ سے اس بیوی سے ہم کلام ہوگا جس نے اسے قید اور جرمانہ کی ذلت سے دوچار کیا ہوگا۔ خانگی زندگی کا قیام، پولیس اور عدالتی احکام سے ممکن نہیں۔ یہ زندگی زوجین کے درمیان محبت، احترام اور اعتماد سے قائم رہتی ہے۔ این۔ جی۔ اوز والی بی بیاں تحفظ وحقوق نسواں کی بات کر کے دراصل خانگی زندگی کو برباد کرنا چاہتی ہیں۔

اسلام اس کے قدموں کے نیچے جنت رکھتا ہے، اسے حق وراثت دیتا ہے اس کی پوری کفالت مرد کے ذمہ لگاتا ہے۔ کروڑوں مسلمان مرد، اپنی بیویوں اور اولادوں کی پرورش کی خاطر محنت شاقہ کرتے اور سامانِ رزق پیدا کرتے ہیں۔ بگاڑ کی صورت میں اصلاح کی تدبیر بھی اسلام ہی بتاتا ہے۔ جن کو مٹھی بھر علماء کہا جاتا ہے وہ اس بل کی مخالفت اس لئے نہیں کرتے کہ مرد کو بیوی پر تشدد کی آزادی حاصل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے۔ ''تم میں سے بہتر مرد وہ ہے، جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے۔'' یہاں تک فرما گئے۔ لوگو! عورت کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔'' جس کسی نے یہ بل ترتیب دیا ہے وہ عقل سے کورا ہے۔ یہ بل تو ایک مضحکہ خیز قانون ہے۔ امریکہ اور یورپ کے عائلی قوانین میں مرد کو Bracelet لگانے اور گھر سے بے دخل کرنے کا طریقہ نہیں لکھا گیا۔ رہا عورتوں پر تشدد تو سب سے زیادہ تشدد مغربی مرد ہی کرتا ہے۔ اسلام بیویوں کو مردوں کیلئے سامان راحت قرار دیتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ اس بل کو اسلامی نظریاتی کونسل غیر اسلامی قرار دے چکی ہے۔ میاں برادران نے شاید یہ بل اس لئے نہایت عجلت میں بنایا ہے کہ عمران خان صاحب اور ڈاکٹر قادری کے دھرنوں میں لبرل خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اس لئے ان لبرل خواتین کو مسلم لیگ میں لانے کیلئے یہ بل ضروری تھا۔ مگر اول یہ کہ مٹھی بھر خواتین عمران خان کو کوئی سیاسی فائدہ نہ دے سکیں اسی لئے تو وہ اسلام آباد کے بلدیاتی انتخاب ہار گئے ہیں۔ رہے ڈاکٹر طاہر القادری تو وہ ایک مداری سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ وہ ایک متلون مزاج شخص ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ میدانِ سیاست کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئے ہیں۔ میاں برادران اللہ کی بے آواز لاٹھی

سے ڈریں جو پانامہ لیکس کی صورت میں ان پر برس چکی ہے۔

لبرل طبقہ اب نئی آزادی کا طلبگار ہے کہ ان کی خلافِ اسلام حرکات پر کوئی انگلی اٹھانے والا بھی نہ ہو۔ موجودہ ترقی کسی اسلامی معاشرے کی مثال نہ ہے۔ مستورات کی ہاکی ٹیم دنیا کے میدانوں میں اپنے جوہر دکھا رہی ہے۔ مولوی حضرات اپنی بے بسی پر منقار زیر پر ہیں۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا، بشمول نام نہاد دایاں بازو، ایک ہی طریقے پر خلافِ اسلام مشاغل میں مصروف ہے اور اگر اس ایکٹ کے خلاف کوئی آواز اٹھائے تو اس کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ لبرل ازم کی اسلام کے خلاف جنگ کا فائنل راؤنڈ شروع ہو چکا ہے۔ ہم نے بہت باریک بینی سے اس قانون کا جائزہ لیا ہے، اس کی ساری کاوش یہی ہے کہ خاوندوں کو پرلے درجے کا ظالم اور گردن زدنی ٹھہرایا جائے انہیں بلا درجے کا ستم گر بنا کر پیش کیا جائے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وزیر اعظم کیا چاہتے ہیں سوائے اس کے کہ پاکستانی معاشرہ بھی اس لبرل ازم کا عکس بن جائے جس کی تصویر فیس بک پر چڑھائی جاتی ہے۔ ملالہ یوسف زئی کی پذیرائی اس لئے کی جاتی ہے اور عبید چنائے کی بڑائی اس لئے بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے نوبل انعام اور آسکر ایوارڈ جیتے ہیں۔ مگر یہ ایوارڈ کسی علمی خدمت یا سائنسی تھیوری کی دریافت پر نہیں ملے ہیں بلکہ اپنی تہذیب اور روایت سے بغاوت پر ملے ہیں۔

ہم حیران ہوتے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی عائلی اور خاندانی نظام، اس قانون کے ہوتے ہوئے کیسے قائم رہ سکتا ہے جہاں مرد کو جرمانے پر جرمانے کئے جائیں گے جہاں اسے اس درجہ کا غنڈہ سمجھا جائے گا کہ اسے فورتھ شیڈول کے تحت چپ لگائی جائے گی اور پولیس اس کی حرکات وسکنات پر نظر رکھے گی۔ اسے گھر سے نکال دیا جائے گا۔ اس کی کلائی پر کڑا اور ٹخنے پر چپ ہوگی تو ایسا شخص کسی بیوی کا خاوند کم اور مسلم غنڈہ زیادہ دکھائی دے گا۔ غنڈہ ایکٹ کے تحت تو غنڈہ پر اتنی پابندی ہوتی ہے کہ وہ ہفتہ اور عشرہ بعد تھانے میں حاضری لگوایا کرے مگر خاوند ایسا غنڈہ بن جائے گا جو گلی بازار میں اشتہار بن کر رہ جائے گا، وزیر اعظم اس خاوند کو کیا بنا دینا چاہتے ہیں، جسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر سجدہ غیر اللہ کو روا ہوتا، تو بیوی کا مسجود بنا دینے کا عندیہ دیا تھا۔ ایسے میں گھر کیسے چلیں گے۔ مانا کہ زوجین کے درمیان نزاع اور ناچاقی بھی ایک معمول ہے مگر اس کا حل یہ نہیں کہ گھر کے مالک کو مجرم بنا کر رکھ دیا جائے۔ گھر ہمیشہ مرد کی حاکمیت میں چلتے ہیں۔ اور اگر یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ مرد ظالم ہے اور بیوی کو بدنی سزا دیتا ہے تو ڈاکٹر شیریں مزاری، عبید چنائے اور ان کی کلاس کی خواتین بتائیں ان کے خاوندوں نے انہیں کب سزا دی تھی؟ کوئی بھی اپنے گھر کی جنت کی حور کو دکھ نہیں دیتا بلکہ اسے اسی جنت میں اپنے لئے سامان راحت سمجھتا ہے۔ و ما علینا الا البلاغ.